اردو کی روشنی

حبیب سیفیؔ
فرسٹ فلور، E-12/51B، حوض رانی، مالویہ نگر، نئی دہلی۔110017

انّو بیٹا اسکول کا وقت ہوگیا، جاؤ بیٹا اسکول جاؤ، دیر ہوگئی تو پھر سزا کے طور پر لائن میں لگنا پڑے گا، دیر سے آنے والے بچوں میں تمہاری گنتی ہونے لگے گی۔

ابھی یہ باتیں انّو کی ممّی انّو سے کہہ ہی رہی تھیں کہ انّو کے پاپا (پردیسی جی) بھی پارک سے گھوم کر واپس آگئے۔ آج وہ بات کرنے میں ہنس مکھ دکھ رہے تھے اور روزمرہ سے ہٹ کر آج بول چال میں خوش دلی دکھا رہے تھے کہیں سے کچھ جملے اردو کے سن کر جو انہوں نے اپنے ذہن میں بٹھا لیے تھے۔

انّو اپنے پاپا سے بولی پاپا میری ایک دوست عافیہ ہے اس کی ممّی جب بات کرتی ہیں تو منھ سے لگتا ہے جیسے پھول جھڑتے ہیں، میں نے ایک دن ان سے پوچھا آنٹی کیا میں بھی آپ کی طرح بات کرسکتی ہوں تو انھوں نے کہا کیوں نہیں بس اردو زبان لکھنا پڑھنا سیکھ لو، یہ زبان دشمن کو بھی اپنا بنانے کا ہنر رکھتی ہے۔

اردو کی کچھ لفظیات ہیں جو دلّی ہی نہیں سارے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہیں انہیں سیکھ لو اور پھر تم بھی اپنی بول چال میں مٹھاس پیدا کرلوگی۔ انّو نے جب یہ سنا تو اس کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا، وہ اردو سیکھنا بہت آسان مان چکی تھی، اس کی وجہ اس کی دوست عافیہ تھی۔ عافیہ ایک دوست بھی ایسی جو تعلیم کی اہمیت وافادیت سے بخوبی واقف تھی۔ پڑھنے لکھنے کا شوق عافیہ نے اپنے گھر سے پایا تھا۔ تبھی تو اس کے ممی پاپا اور بڑی بہن جب بھی کوئی بات گھر میں کرتے تو وہ پڑھائی کے متعلق ہی ہوتی۔ گھر میں سب اکٹھا ہوتے تب بھی تعلیم کے تناظر میں ہی گفتگو ہوتی اور پکنک وغیرہ میں بھی کہانیوں اور کامکس وغیرہ کی کتاب لے جانا نہیں بھولتیں۔ گھر میں سب کا ایک ہی مقصد تھا کہ سب پڑھیں سب بڑھیں کے مصداق ہمارے ساتھ ہمارے آس پاس کا ہر بچہ تعلیم یافتہ بنے۔ گھر میں ریڈیو کی بدولت خبروں کے ذریعے ملکی ترقیاتی منصوبوں کی جو تشہیر ہوتی ہے اس کے تحت پڑھائی لکھائی کی خوبیوں کا بھی ذکر سامنے آتا تھا۔

عافیہ بھی تعلیم کے فائدوں کو تسلیم کرنے والی بن چکی تھی، کیونکہ عافیہ کے پاپا کسی کمپنی میں ملازم تھے۔ عافیہ کی امی بتاتی تھیں کہ انہیں یہ ملازمت صرف اردو کے طفیل ملی ہے، ہندی تو بچپن میں پڑھی ہی تھی، انگریزی سے بھی واقفیت تھی، عربی سے ذاتی لگاؤ مذہبی

کتاب قرآن کریم کی معرفت تھا، لیکن اردو زیادہ نہیں پڑھی تھی، اس کے باوجود انھیں یہ نوکری ملی۔

یہ ملازمت باقاعدہ ترجمہ نگاری کی نہیں تھی اور نہ ہی خالص اردو کے لئے محدود تھی۔قسمت مہربان ہوئی ہمارے اچھے دن آ گئے اس طرح ٹوٹی پھوٹی سیکھی ہوئی اردو بھی ذریعۂ روزگار بنی۔ذوق اور شوق کی بنیاد پر اب انّو کے پاپا (پردیسی جی) اردو کی معروف لفظیات کا بھی مظاہرہ کرنے والے بن رہے تھے۔

پردیسی جی اب اپنے روزمرّہ کے کاموں کے سلسلے میں ہونے والی باتوں میں بھی اردو کی شیرینی کا سہارا لینے لگے تھے۔انّو کے ممی پاپا جب اپنے پڑوسیوں سے بات کرتے تو جو پڑوسی اونچی آواز میں بول رہے ہوتے تھے آہستہ آہستہ نرم گفتاری پر آ جاتے۔

ایسا لگنے لگا کہ اردو زبان نہیں کوئی جادو کی چھڑی انّو کے پاپا کے ہاتھ لگ گئی ہے، جس کے گھماتے ہی سامنے والے اپنا غصہ تھوک دیتے ہیں۔اردو سے لگاؤ رکھنے کی چاہت انّو کے پاپا پردیسی جی کو یہاں تک لے گئی کہ انھوں نے اردو سیکھنے کا من بنا لیا۔

پردیسی جی کی ذہنی کیفیت اور عزم دیکھ کر کوئی بھی اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس شخص نے اردو کی روشنی سے گھر منوّر کرنے کی ٹھان لی ہے۔اب کیا تھا رشتہ داروں میں طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں، محلّہ میں افواہ پھیل گئی کہ جہاں پناہ حوض رانی میں عافیہ نام کی لڑکی رہتی ہے اس کے ساتھ انّو پڑھتی ہے عافیہ کے گھر بھی جاتی آتی ہے،بس یہ بچیوں کی دوستی انّو کے گھر کو خراب کر رہی ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ اس اسکول سے ہی انّو کو نکال لیا جائے جس میں عافیہ پڑھتی ہے جو عافیہ کے گھر کے پاس بھی ہے۔دوسری طرف کھڑکی گاؤں میں مقیم کچھ پڑسیوں کا کہنا تھا انّو کے گھر کی بات چیت اور گھر کے ماحول کو بدلنے میں عافیہ بڑا رول ادا کر رہی ہے۔

کچھ رشتہ داروں کا یہ بھی کہنا تھا ہم نہیں چاہتے کہ انّو اور عافیہ ساتھ ساتھ پڑھیں یا ایک دوسرے سے دونوں دوستی رکھیں۔ابھی یہ باتیں ایک کھچڑی کی طرح پڑوسیوں کے گھر میں پک ہی رہی تھیں کہ انّو کی ممّی روپا کے گھر والوں سے یہ کہتے ہوئے مخاطب ہوئیں کہ روپا کی ماں سنتی ہو، ہمارے انّو کے پاپا نے جب سے اردو سیکھی ہے وہ لڑتے بھی نہیں ہیں اور میں کتنی ہی زور سے بول جاؤں یا ان کے اوپر بگڑ جاؤں بس محترمہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔پہلے سے نرم دل ہو گئے ہیں۔

(محترمہ) اردو زبان کا شبد (لفظ) ہے، اس کا معنیٰ احترام کے قابل ہے۔کوئی بھی بات ہو کسی بھی وقت ہو وہ جب سے اردو سیکھنے جانے لگے ہیں تب سے مجھے ہی کیا اپنے دفتر کی ہر ایک لیڈس کو بھی محترمہ ہی کہتے ہیں۔آپ انّو اور عافیہ کے بارے میں ایسا ویسا کچھ نہ سوچیں، اپنے دھرم مذہب ریت رواجوں اور رسموں کو ہم نہیں چھوڑنے والے اور پھر عافیہ کے پاپا یا ممی نے بھی کبھی انّو سے دھرم کے نام پر کوئی بات نہیں کی اور نہ کبھی

رسم رواجوں پر ہی بات کی۔

انّو کی ماں پڑھی لکھی ملنسار عورت تھی، اردو یا اور کسی زبان کو وہ ذات مذہب دھرم سے جوڑنے والوں کو غلط کہتی تھی۔ پردیسی جی کی ہمت بڑھانے میں دراصل ان کی دھرم پتنی کا بڑا ہاتھ تھا، جو تعلیم کو ہی ترقی کا زینہ مانتی تھی، خود پڑھی لکھی تھی اور بیٹی کو بھی پڑھا رہی تھی، انّو بھی اردو سیکھ چکی تھی۔

انّو کی ماں بولی انّو کے پاپا یا میرے بھی دل میں یہ خیال کبھی نہیں آیا کہ ہم اپنے سنسکار چھوڑ دیں گے۔ محلّہ میں جس تبدیلی کا چرچا ہے وہ بس بات چیت اور زندگی بسر کرنے کی حدوں تک سمت ہے۔ ہاں مجھے اب ایسا لگنے لگا ہے کہ ہمارے وہ (پردیسی جی) نے اب بات چیت میں سنسکرت کے ساتھ بولی جانے والی ہندی کو پر دیس پہنچا دیا ہے اور اردو کی روشنی گھر میں آنے لگی ہے۔ میں کچھ مہینوں سے محسوس کر رہی تھی کہ اردو کی چاہت نے انھیں اپنے دَور کے پرانے فلمی گانے سننے پر رضامند کیا ہوا تھا، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی انھوں نے (پردیسی جی) اپنے دَور میں ٹیلی ویژن کا منھ تو دیکھا نہیں تھا، ان کے نزدیک ٹیلی ویژن شوق کی چیز ہے شوق مالدار لوگ کرتے ہیں۔

محنت مزدوری سے بھی اتنی فرصت نہیں ملتی تھی کہ کسی کے گھر جا کر ٹیلی ویژن دیکھا جاتا۔ بس تب سے ریڈیو ہی ان کے لیے معلومات اور منورنجن دونوں کا ذریعہ بنا رہا جو آج تک بنا ہوا ہے، اسی ریڈیو کے سہارے اردو کا بھی لگاؤ پروان چڑھا ہے اور اردو سیکھنے کا جذبہ بڑھا۔ اردو سکھانے والے سینٹر سے پردیسی جی کو یہ بھی علم ہوا کہ اردو زبان جمہوری ادب کی ترجمان ہے۔ جس میں کسی قسم کے بھید بھاؤ کی کوئی گنجائش نہیں، انسانیت کی تعلیم اردو دیتی ہے۔

انّو نے اسکول کے ماحول سے اتنا تو جان ہی لیا تھا کہ یہاں کسی کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی کرنے کی تعلیم نہیں دی جاتی، اسی لیے ہماری تعلیم کا فائدہ ہمیں ہوتا ہے۔ پردیسی جی نے اردو سیکھنے کا یہ عمل اپنی مرضی سے شروع کیا اور اردو زبان کی شیرینی کے گرویدہ ہو جانے کے بعد اپنی گفتگو کو خوش اسلوب بنانے کی غرض سے کیا تھا۔ انّو نے جب یہ دیکھا کہ اس کے پاپا اردو کے وہ لفظ بھی اپنی باتوں میں برتنے لگے جو پرانی فلموں کے گیت لکھنے والوں نے گیتوں میں لکھے ہیں تو اس کے چہرے پر عجیب سی مسکان پھوٹی، وہ من ہی من میں مسکائی اور سوچنے لگی کہ کل میں عافیہ کی ممّی سے اس خوشی کو بانٹوں گی۔

اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ ہمارے گھر میں جو اُردو کی روشنی آئی ہے اس سے اختلافات کے اندھیرے بھی مٹیں گے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی بھی بڑھے گی، ہماری بستی کا ماحول بھی کچھ بہتر ہو سکے گا اور بھائی چارہ کو پھر سے تقویت ملے گی۔

OO

OO